حرمت نفس انسانی اور خود کش حملے

*سجیلہ کوثر

Abstract

Islam is a religion of peace and prosperity. It emphasizes on the equality and respect for human beings irrespective of the distinctions of cast, creed and color. But in the present era, due to the acts of certain of its followers, which is in fact a reaction to the political and social oppression, is fetching a bad name to this glorious religion. These people use an extreme version of Islam to defend themselves, thus giving an excuse to the critics of Islam to declare it a religion of extremism and terrorism. Especially the Islam's concept of 'Jihad' is being used erroneously to prove it religion of violence and terrorism. The suicide bombing, which is being carried out mostly in Muslim territories have accelerated this campaign. This whole affair has caused great confusion about Islam, not only in non-Muslim circles but also inside its own rank and file. Where as the teachings of Islam are entirely opposite to this situation. In the coming lines, the true concept of Islam about the sanctity of human life is described, which highlights the importance of human life in Islam and in the past shariahs. More over the difference among the suicide, suicide attack and martyrdom is highlighted to discourage the misconception about considering the suicide attack and martyrdom alike. At the end, some practical suggestions are also given to prevent this horrible and anti-Islam activity.

Keyweords: Sanctity of human life, Suicide Attack, Martyrdom, Exploitation

اسلام امن ،سلامتی اور احترام انسانیت کا دین ہے۔ یہ رنگ ،نسل اور مذہب کے تفرقات سے بالاتر ہو کر ان اخلاقی قدروں کے یکساں نفاذ کا داعی ہے جو معاشروں کے امن اور سکون کی ضامن ہوتی ہیں اور جن کی پامالی معاشروں کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ جب ظلم وجور کی قوتیں انسان کے اس فطری حق کو پامال کرنے کی کوشش کرتی ہیں تو وہ اس کی حفاظت کے لیے ہر ممکن طریقہ اختیار کرتا ہے۔ اور بعض اوقات اس کی حفاظت اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ مقدم ٹھہرتی ہے۔ اس کی ایک مثال خود کش حملہ ہے۔ خود کش حملہ عصر حاضر کا ایک عمومی اور مسلم دنیا کا خصوصی مسئلہ بن چکا ہے کیونکہ موجودہ دور میں اس غلط تصور کو رواج دے دیا گیا ہے کہ خود کش حملہ مذہب اسلام کی پیداوار یا اسلامی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ خود کش حملوں کا تعلق کسی خاص مذہب وملت سے نہیں ہے۔ اگر ان کے اسباب کا جائزہ لیا جائے تو یہ صورت حال سامنے آتی ہے کہ خود کش حملے دراصل سیاسی و معاشرتی جبر واستبداد کی پیداوار ہیں اور جہاں بھی مخصوص اسباب پائے جائیں گے وہاں لوگوں کا اس طرح کی کاروائیوں پر مجبور ہونا ممکن ہوگا۔

---

*اسسٹنٹ پروفیسر ،شعبہ علوم اسلامیہ ،اسلامیہ یونیورسٹی ،بہاولپور۔

آئندہ سطور میں خودکشی، خودکش حملے اور جذبہ شہادت میں فرق واضح کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا تنقیدی جائزہ لیا جائے گا۔ نیز خودکش حملوں کے سدباب کے لیے چند تجاویز بھی پیش کی جائیں گی۔ لیکن اس سے پہلے اسلام میں انسانی جان کی حرمت کے متعلق احکامات کو واضح کرنا ضروری ہے۔

اسلام میں انسانی جان کے تحفظ کی اہمیت :

انسانی تمدن کی بنیاد جس قانون پر قائم ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی جان اور اس کا خون محترم ہے۔ تمام حقوق میں سب سے زیادہ اہم حق جان کا تحفظ ہے۔ کیونکہ زندگی کے تحفظ کے بغیر نہ تو انفرادی ترقی ممکن ہے۔ اور نہ اجتماعی طور پر کوئی معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔ جب تک زندگی کی حفاظت کی ضمانت نہ ہو، زندگی کے مقاصد کا حصول ناممکن بن جاتا ہے۔ انسان کے مدّنی حقوق میں اوّلین حق زندہ رہنے کا ہے اور اس کے مدنی فرائض میں سے اوّلین فرض زندہ رہنے دینے کا ہے۔ دنیا کی جتنی شریعتیں اور مہذب قوانین ہیں ان سب میں احترام نفس کا یہ اخلاقی اصول ضرور موجود ہے۔ جس قانون اور مذہب میں اسے نہ تسلیم کیا گیا ہو۔ وہ نہ تو مہذب انسانوں کا مذہب و قانون بن سکتا ہے، نہ اس کے تحت رہ کر کوئی انسانی جماعت پُر امن زندگی بسر کرسکتی ہے اور نہ اسے کوئی فروغ حاصل ہو سکتا ہے۔ دنیا کے سیاسی قوانین تو اس احترام حیات انسانی کو صرف سزا کے خوف اور قوت کے زور سے قائم کرتے ہیں۔ مگر ایک سچے مذہب کا کام دلوں میں اس کی صحیح قدر و قیمت پیدا کرنا ہے۔ تاکہ جہاں انسانی تعزیر کا خوف نہ ہو اور جہاں انسانی پولیس روکنے والی نہ ہو، وہاں بھی بنی آدم ایک دوسرے کے خون ناحق سے محترز رہیں۔ لہٰذا اسلام نے انسانی جان کو محترم قرار دیا ہے اور احترام نفس کی جیسی صحیح اور موثر تعلیم اسلام میں دی گئی ہے کسی دوسرے مذہب میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

اسلام میں قتل نفس انسانی کی حرمت :

جان کا تحفظ ہر انسان کے بنیادی حقوق میں شامل ہے۔ دنیا کا کوئی اخلاقی قانون اور ضابطہ کسی فرد یا جماعت کو یہ اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ کسی کے اس بنیادی حق کو پامال کرے۔ اسلام آخری الہامی والی دین ہونے کے ساتھ انسانی فطرت کے عین مطابق بھی ہے اور حقوق انسانی کا سب سے بڑا علمبردار بھی اس لیے اسلام نے حقوق کے دفاع کو نہ صرف جائز اور مستحب کہا ہے بلکہ اسے فرض قرار دیا ہے۔ اور یہ حکم صرف امت محمدیہ ﷺ تک محدود نہیں بلکہ تمام سابقہ شرائع کے لیے یکساں طور پر لازم عمل رہا ہے۔

سابقہ شریعتوں میں قتل کی حرمت :

اللہ تعالیٰ سیدنا آدم کے دونوں بیٹوں میں سے ایک کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ [1]

"پس اسے اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا اور اس نے اسے قتل کر ڈالا، جس سے نقصان پانے والوں میں سے ہو گیا۔"

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے :

مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِيْ الأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعا(۲)

''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے گا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا' اور جو شخص کسی ایک کی جان بچالے گا' اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

لا تقتل نفس ظلما إلاّ كان على ابن آدم الأوّل كفل من دمها، لانّه أوّل من سنّ القتل (۳)

''کوئی شخص بھی مظلوم قتل نہیں کیا جاتا مگر آدم کے بیٹے پر بھی اس کا گناہ ہوتا ہے' کیونکہ یہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کیا۔''

اللہ تعالیٰ سیدنا موسیٰ کی بابت بیان کرتے ہیں :

أَقَتَلْتَ نَفْساً زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئاً نُّكْراً (۴)

''کیا آپ نے ایک پاک جان کو بغیر کسی جان کے عوض مار ڈالا؟ بے شک آپ نے تو بڑی غلط حرکت کی۔''

اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے فرماتے ہیں :

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لاَ تَسْفِكُونَ دِمَاءكُمْ وَلاَ تُخْرِجُونَ أَنفُسَكُم مِّن دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ (۵)

''اور جب ہم نے تم سے وعدہ لیا کہ آپس میں خون نہ بہانا (قتل نہ کرنا) اور آپس والوں کو جلاوطن نہ کرنا' تم نے اقرار کیا اور تم اس کے مشاہد بنے۔''

مسلمان کو ناحق عمداً یا غلطی سے قتل کرنا :

کسی مسلمان کے قتل کی دو صورتیں ہی ہو سکتی ہیں :

۱۔ حق کے ساتھ ۲۔ بغیر حق کے

حق کے ساتھ قتل کی صورت تو یہ ہے کہ حاکم کسی کو قصاص یا حد کی بنا پر قتل کرے۔ جب کہ بغیر حق کے قتل یا تو جان بوجھ کر ہوتا ہے یا پھر غلطی سے۔ کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنے کے متعلق کتاب وسنت کے واضح احکامات درج ذیل ہیں :

فرمان باری تعالیٰ ہے :

وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيْهَا وَغَضِبَ اللّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيْماً (۶)

''اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے' اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا' اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے' اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار رکھا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهاً آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَن يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَاماً يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ(۷)

''اور وہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ نے منع کر دیا ہو۔ وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے، نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔ اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلاَّ بِالحَق(۸)

''اور کسی جان کو جس کا مارنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے ہرگز ناحق قتل نہ کرنا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلاَ تَقْتُلُواْ أَوْلاَدَكُم مِّنْ إمْلاَقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ(۹)

''اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کرو۔ ہم تمھیں اور انہیں رزق دیتے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أول ما يقضى بين النّاس في الدّمآء(۱۰)

''روز قیامت لوگوں کے مابین سب سے پہلے خون کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔''

نبی کریم ﷺ نے اپنے حجۃالوداع کے خطبے میں مسلمان کے خون کی حرمت کو ماہ ذی الحجۃ، مکہ مکرمہ اور یوم نحر کے مشابہ قرار دے کر اس کی حرمت کی بہت تاکید فرمائی۔ سیدنا ابو بکر صدیق ص سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

فإنّ دمآء كم وأموالكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا في بلدكم هذا الى يوم تلقون ربّكم، ألا هل بلغّت قالوا: نعم۔ قال فلا ترجعوا بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض(۱۱)

''پس تمھارے خون اور مال آج کے دن، اس مہینے اور شہر کی حرمت کی طرح تم پر حرام ہیں۔ حتیٰ کہ تم لوگ اپنے ربّ سے ملاقات کرلو، خبردار: کیا میں نے پہنچادیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ جی ہاں۔آپ ﷺ نے فرمایا: تم میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔''

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لايزال المؤمن في فسحة من دينه مالم يصب دماً حراماً(۱۲)

''مومن کے دین میں ہمیشہ کشادگی (مغفرت کی اُمید) رہتی ہے جب تک اس سے ناحق خون سرزد نہ ہو جائے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من حمل علینا السّلاح فلیس منّا (۱۳)

"جس کسی نے ہم میں کسی پر ہتھیار اُٹھایا تو وہ ہم میں سے نہیں۔"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

سباب المسلم فسوق وقتالہٗ کفر (۱۴)

"مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس کا قتل کفر ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک لڑکا سر عام قتل کر دیا گیا تو عمر بن خطابؓ نے فرمایا:

لو اشترك فيها اهل صنعاء اقتلهم (۱۵)

"اگر اس لڑکے کے قتل میں تمام صنعاء کے رہنے والے بھی شریک ہوں تو میں سب کو قتل کرادوں گا۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ومن خرج علیٰ أمّتی، یضرب برّها وفا جرها، ولا یتخش من مؤمنها، ولایفی لذی عهد عهده، فلیس منّی ولست منه (۱۶)

"اور جس شخص نے میری اُمت پر اس طرح خروج کیا کہ وہ ہر نیک وبد کو مارتا ہے' اور مومن شخص کے معاملے میں انجام سے نہیں ڈرتا' اور جس سے وعدہ کیا ہو اس سے وعدہ بھی پورا نہیں کرتا تو نہ تو اس کا مجھ سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی میرا اس سے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لزوال الدّنیا أهون علی الله من قتل رجل مسلم (۱۷)

"البتہ پوری دنیا کا ختم ہو جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان شخص کے قتل سے کم ہے۔"

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قتل مؤمنا فاغتبط بقتله لم یقبل الله منه صرفاً ولاعدلا (۱۸)

"جو شخص کسی مومن کو قتل کرے اور اپنے آپ کو حق بجانب سمجھے تو اللہ تعالیٰ اس سے کوئی پس وپیش قبول نہ کریں گے۔"

اس حدیث مبارکہ کو امام ابوداؤدؒ نے بھی روایت کیا ہے اور وہ پھر خالد بن دہقان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے یحییٰ بن یحییٰ غسانیؒ سے "فاغتبط" کے معنی پوچھے تو انہوں نے کہا:

الذين يقاتلون في الفتنة، فيقتل أحدهم، فيرىٰ أنه على هدى فلا يستغفر الله، يعني من ذلك (۱۹)

"کہ وہ لوگ جو کسی فتنہ میں لڑائی کریں' پس وہ بعض کو قتل بھی کریں اور پھر اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اس بات کی (یعنی مسلمانوں کو قتل کرنے پر) معافی بھی نہ مانگیں' یہی اس لفظ کا مطلب ہے۔"

درج بالا تمام آیات بینّات واحادیث مبارکہ کسی کو جان بوجھ کر قتل کرنے کے بارے میں ہیں۔ ہاں اگر کسی شخص کے ہاتھوں غلطی سے کوئی قتل ہو جائے تو اللہ نے اس پر دیت اور کفارہ رکھا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے :

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَن يَقْتُلَ مُؤْمِناً إِلاَّ خَطَئاً وَمَن قَتَلَ مُؤْمِناً خَطَئاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلاَّ أَن يَصَّدَّقُواْ فَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مْؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةً فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّهِ وَكَانَ اللّهُ عَلِيماً حَكِيماً[۲۰]

"کسی مومن کو کسی دوسرے مومن کا قتل کر دینا زیبا نہیں مگر غلطی سے ہو جائے (تو اور بات ہے)، جو شخص کسی مسلمان کو بلا قصد مار ڈالے، اس پر ایک مسلمان غلام کی گردن آزاد کرنا مقتول کے عزیزوں کو خون بہا پہنچانا ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ لوگ بطور صدقہ معاف کر دیں اور اگر مقتول تمھاری دشمن قوم کا ہو اور ہو وہ مسلمان، تو صرف ایک مومن غلام کی گردن آزاد کرنا لازمی ہے اور اگر مقتول اس قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں عہد و پیمان ہے تو خون بہا لازم ہے، جو اس کے کنبے والوں کو پہنچایا جائے گا اور مسلمان غلام کا آزاد کرنا بھی (ضروری ہے) پس جو نہ پائے اس کے ذمے دو مہینے کے لگاتار روزے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بخشوانے کے لیے اور اللہ تعالیٰ بخوبی جاننے والا اور حکمت والا ہے۔"

"معاہد" کو عمداً یا غلطی سے قتل کرنا :

"ذمی" (کسی مسلم حکومت میں رہنے والے وہ غیر مسلم لوگ جو جزیہ ادا کرتے ہیں اور حکومت وقت ان کی جان وآبرو کی محافظ ہوتی ہے)۔ "معاہد" (وہ غیر مسلم جو کسی معاہدہ کے تحت مسلم علاقے میں آئیں) اور "مستامن" (جو غیر مسلم مسلمان حکومت یا کسی بھی مسلمان کی ایماء پر مسلم علاقے میں آئیں) کو قتل کرنا اسلامی شریعت میں حرام ہے۔ اور اس بارے میں انتہائی شدید وعید وارد ہے، اس بارے میں کچھ احادیث مبارکہ ذکر کی جاتی ہیں :

سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

من قتل معاهداً لم يرح رائحة الجنّة، وإنّ ريحها يوجد من مسيرة أربعين عاماً[۲۱]

"جس نے کسی 'معاہد' کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا۔ حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس کی جاسکتی ہے۔"

حضرت ابو بکرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

من قتل معاهداً في غير كنهه حرّم الله عليه الجنّة[۲۲]

"جس نے کسی "معاہد" کو ناحق قتل کیا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتے ہیں۔"

امام نسائیؒ کی روایت میں اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام کر دیتے ہیں۔ امام منذری فرماتے ہیں کہ :

فی غیر کنھہ کا مطلب ہے : ایسے وقت کے علاوہ جس میں اس کا قتل جائز ہو یعنی کسی قسم کا معاہدہ نہ ہو۔[۲۳]

اور امام منذریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام ابن حبّانؒ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے جس کے الفاظ یوں ہیں :

من قتل نفسًا معاهدةً بغير حقّها لم يرح رائحة الجنّة، وإنّ ريح الجنّة لتوجد من مسيرة مائة عامٍ [۲۴]

"جس نے کسی "معاہد" کو ناحق قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا، حالانکہ جنت کی خوشبو تو سو سال کی دوری سے بھی آسکتی ہے۔"

درج بالا احادیث مبارکہ "معاہد" کو جان بوجھ کر قتل کرنے کے بارے میں ہیں۔ جہاں تک "معاہد" کو غلطی سے قتل کرنے کا مسئلہ ہے تو اس میں دیت اور کفارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةً فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّهِ وَكَانَ اللّهُ عَلِيْماً حَكِيْماً [۲۵]

"اور اگر مقتول (جو غلطی سے قتل ہوا ہے) اس قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں عہد و پیمان ہے تو خون بہا لازم ہے، جو اس کے کنبے والوں کو پہنچایا جائے اور مسلمان غلام کا آزاد کرنا بھی (ضروری ہے) پس جو نہ پائے اس کے ذمے دو مہینے کے لگاتار روزے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بخشوانے کے لیے اور اللہ تعالیٰ بخوبی جاننے والا اور حکمت والا ہے۔"

سطور بالا ناحق قتل نفس انسانی کی حرمت کی شدت کو واضح کرتی ہیں۔ نیز اس پہلو پر بھی روشنی ڈالتی ہیں کہ اسلام اس سلسلے میں مومن اور معاہد کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتا۔ بلکہ دونوں کی جانیں یکساں حرمت کی حامل قرار دی گئی ہیں۔

خود کشی اور اسلام :

خود کشی کے معنی خود کو ہلاک کرنا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ گناہِ کبیرہ اور سخت حرام ہے۔

خود کشی کے گناہ کبیرہ و حرام ہونے پر دلائل :

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَلاَ تَقْتُلُواْ أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْماً. وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدْوَاناً وَظُلْماً فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَاراً وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللّهِ يَسِيْراً [۲۶]

"اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے۔ اور جو شخص یہ سرکشی اور ظلم کرے گا تو عنقریب ہم اس کو آگ میں داخل کریں گے۔ اور یہ اللہ پر آسان ہے۔"

وَلاَ تَقْتُلُواْ أَنفُسَكُمْ (یعنی اپنی جانیں قتل نہ کرو) کے تحت، تفسیر خزائن الفرقان میں ہے۔ اس آیت پاک سے خود کشی کی حرمت (یعنی حرام ہونا) بھی ثابت ہوئی اور نفس کا اتباع کرکے حرام میں مبتلا ہونا بھی اپنے آپ ہلاک کرنا ہے۔ [۲۷]

فرمان باری تعالیٰ ہے :

إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّا إِلَيهِ رَاجِعونَ [۲۸]

"یعنی ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔"

إِنَّا لِلّٰهِ (یعنی ہم اللہ کے مال ہیں) کی تفسیر فرماتے ہوئے علامہ جلال الدین سیوطیؒ ارشاد فرماتے ہیں:

ملکاً وّعبیدا یفعل بنا ما یشاء(۲۹)

"یعنی (ہم اللہ تعالیٰ کی) ملکیت اور غلام ہیں، وہ جو چاہے ہمارے ساتھ کرے۔"

اور اسی کی تفسیر میں علامہ احمد بن محمد صاویؒ، تفسیر صاوی میں تحریر فرماتے ہیں:

مملوکون و مخلوقون لہٗ یتصرّف فینا علیٰ ما اراد(۳۰)

"یعنی ہم اس کے (یعنی اللہ کے) غلام اور پیدا کیے ہوئے ہیں، وہ جس طرح چاہے ہم میں تصرف فرما سکتا ہے۔"

تفاسیر کی روشنی میں اس آیت پاک سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ ہم اپنے بدن کے مالک نہیں بلکہ اس کا حقیقی مالک فقط اللہ تعالیٰ ہے اور اسی کو اس میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بدن صرف اس مقصد کے لیے عطا فرمایا ہے کہ اسے، آخرت کی تیاری کے سلسلے میں ذریعہ و وسیلہ بنایا جائے، نتیجہ یہ نکلا کہ یہ جسم اللہ کی امانت ہے، اسے شریعت کے دائرے میں رہ کر استعمال تو کیا جا سکتا ہے، لیکن اس میں کسی بھی قسم کا "خلاف شرع" تصرف کرنا، دراصل امانت میں خیانت ہے اور امانت میں خیانت یقیناً حرام ہے۔ اور ایسا خائن مستحق عذاب نار ہے۔ جیسا کہ مذکورہ اور آئندہ آنے والے دلائل سے بخوبی جانا جا سکتا ہے۔ لہٰذا خودکشی کرنا، امانت بدن میں خیانت کے باعث، ناجائز و حرام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُلْقُوا۟ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى ٱلتَّهْلُكَةِ(۳۱)

"اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔"

اس آیت مبارکہ کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے: راہ خدا میں انفاق (یعنی خرچ کرنے) کا ترک کر دینا بھی سبب ہلاکت ہے اور فضول خرچی کرنا بھی، اور اسی طرح ہر وہ چیز جو خطرہ و ہلاکت کا باعث ہو، ان سب سے باز رہنے کا حکم ہے۔ حتیٰ کہ بے ہتھیار میدان جنگ میں جانا، زہر کھانا یا کسی بھی طرح خودکشی کرنا۔"(۳۲)

اس آیت کا شان نزول اگرچہ خاص ہے لیکن اس کے الفاظ عام ہیں۔ علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں: "اعتبار الفاظ کے عموم کا ہے نہ کہ سبب کے خاص ہونے کا۔ پس ہر وہ چیز جس سے دین یا دنیا کی ہلاکت صادق آتی ہو وہ اس میں داخل ہے"۔(۳۳)

حضرت ثابت بن ضحاکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من قتل نفسہ بشیءٍ فی الدُّنیا عذّب بہ یوم القیامۃ(۳۴)

"جس شخص نے اپنے آپ کو جس چیز کے ساتھ قتل کیا تو اسے قیامت کے دن اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا۔"

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

من تردّیٰ من جبل فقتل نفسه فهو فی نار جهنّم یتردّی فیه خالدًا مخلدًا فیها أبدًا، ومن قتل نفسه بحد یدة فحدیدتهٔ فی یدہٖ یجا بها فی بطنه فی نار جهنّم خالداً مخلداً فیها أبدا (۳۵)

''جس شخص نے پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا کر ہلاک کر دیا تو جہنم میں بھی وہ ہمیشہ ہمیشہ اپنے آپ کو گراتا رہے گا' اور جس شخص نے اپنے آپ کو کسی ہتھیار سے قتل کیا تو جہنم میں وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہو گا اور وہ اسے اپنے پیٹ میں ہمیشہ ہمیشہ گھونپتا رہے گا۔''

حضرت ابوہریرہؓ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الّذی یخنق نفسه یخنقها فی النّار، والّذی یطعنها، یطعنها فی النّار (۳۶)

''جو اپنے آپ کو گلا گھونٹ کر مار ڈالے وہ جہنم میں بھی اپنا گلا گھونٹتا رہے گا اور جو اپنے آپ کو نیزے سے ہلاک کرتا ہے وہ آگ میں بھی اپنے آپ کو نیزا مارتا رہے گا۔''

یہ حدیث مبارکہ مسند احمد وغیرہ میں بھی ہے اور اس میں اضافہ ہے:

وَالذّی یتقحَّمْ فیها یتقحَّمُ فی النَّار (۳۷)

''اور جو نہر میں کود کر خود کشی کرلے وہ جہنم میں بھی نہر میں کود کر خود کشی کرے گا۔''

ایک اور حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

اور جو شخص زہر پی کر خود کشی کرے گا وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ زہر پیتا رہے گا۔ (۳۸)

حضرت جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کان برجل جراح فقتل نفسهٔ، فقال الله: بدرنی عبدی بنفسه، حرّمتُ علیه الجنّة (۳۹)

''ایک شخص کو کوئی زخم لگ گیا تو اس نے اپنے آپ کو قتل کر لیا' اللہ نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان کے بارہ میں مجھ سے سبقت لی ہے' لہٰذا میں نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔''

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص زخمی ہوا' اس نے اپنے ترکش سے خنجر نکالا اور اپنے آپ کو ذبح کر ڈالا تو نبی کریم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائی۔ (۴۰)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کی جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے ایک شخص کے حق میں جو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا فرمایا کہ یہ دوزخی ہے۔ جب لڑائی ہوئی تو یہ شخص خوب لڑا اور اس کو بہت زخم آئے۔ پھر ایسا ہوا زخموں کی تکلیف اس کو معلوم ہوئی تو اس نے ترکش میں ہاتھ ڈال کر تیر نکالے اور ان سے اپنے آپ کو ذبح کر لیا۔ یہ حال دیکھتے ہی کئی مسلمان دوڑتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے: " یارسول اللہ ﷺ! اللہ نے آپ ﷺ کی بات سچی کی 'اس شخص نے خود کشی کرلی"۔ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا: " اُٹھو اور لوگوں میں منادی کرا دو کہ: بہشت میں وہی جائے گا جو مومن ہوگا اور اللہ تعالیٰ بدکار آدمی سے بھی دین کی مدد کرا لیتا ہے۔" (۴۱)

پس مندرجہ بالا قرآنی آیات اور احادیث نبویہ ﷺ سے ثابت ہوا کہ اسلام میں خودکشی کرنا ایک گناہ کبیرہ اور ناقابل معافی جرم ہے۔ اور اس سلسلے میں نہایت سخت عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

انسانی جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اور یہ جسم اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ ایک اعلیٰ مقصد کے حصول کا ذریعہ بنانے کے لیے دیا گیا ہے نہ کہ اس امانت کے اندر کسی قسم کا تصرف کرنے کے لیے ہے۔ لہٰذا اگر کوئی فرد اللہ کی دی ہوئی اس امانت میں کسی قسم کی خیانت کا ارتکاب کرتا ہے یا اس کی صلاحیتوں کو ناجائز استعمال کرتا ہے تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہ ہے۔

جس طرح انسانی تخلیق کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اسی طرح اس کے خاتمے کا اختیار بھی اسی ذات کے پاس ہے اور جو کوئی فرد اس اختیار میں کسی طرح کی مداخلت کی کرشش کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرتا ہے تو بہت بڑا قصوروار ثابت ہوتا ہے اور اس سلسلے میں اس کے لیے دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی ہے۔

خودکشی، خودکش حملہ اور جذبہ شہادت میں فرق :

گزشتہ بحث سے واضح ہوا کہ اسلام میں انسانی جان کی، خواہ وہ مسلم کی ہو یا غیر مسلم کی انتہائی اہمیت اور قدر و قیمت بیان ہوئی ہے۔ لہٰذا اسلام اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ کوئی شخص اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاک کرے۔ نیز چونکہ یہ زندگی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ لہٰذا کوئی انسان اس بات کا مجاز نہیں کہ خودکشی کے ذریعے اس زندگی کو ختم کرے۔ مومنین کے لیے تو اس امانت کی حفاظت اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی جان کا سودا کر چکے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّةَ (۴۲)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین کے جان و مال کو جنت کے عوض ان سے خرید لیا ہے۔"

لہٰذا خودکشی اسلام میں مکمل طور پر حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اور اس کی کوئی بھی صورت اسلام کے نزدیک قابلِ قبول نہیں ہے۔

جہاں تک خودکش حملوں کا تعلق ہے تو وہ نہ صرف خودکشی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ بھیانک فعل ہے کیونکہ اس میں دہشت گردی اور ہر طرح کے تشدد کا پہلو پایا جاتا ہے۔ چونکہ عام طور پر یہ حملے بازاروں میں یا ایسے مقامات پر کیے جاتے ہیں جہاں لوگوں کی آمدورفت اور چہل پہل زیادہ ہو تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان حملوں کی زد میں آسکیں۔ ایسی پر رونق جگہوں پر جب خودکش حملے کیے جائیں گے تو ضروری نہیں کہ صرف دشمن قوم کے ظالم افراد ہی ہلاک ہوں۔ بلکہ ان کی زد میں بہت سے مظلوم مسلمان بھی آسکتے ہیں۔ اور اگر بالفرض مسلمان ان حملوں کی زد میں نہ آئیں تب بھی غیر مسلموں کے معصوم بچے اور عورتیں اور ضعیف العمر اور دیگر پر امن شہری ان کی زد میں آسکتے ہیں، جن کو اسلام نے دوران جنگ بھی مارنے کی اجازت نہیں دی۔ ایسی صورت میں خودکش حملے اسلام میں کیسے جائز ہو سکتے ہیں؟ البتہ جہاں تک میدان جنگ میں ایسی کاروائی کا تعلق ہے تو انتہائی حساس صورتحال میں ایسی کسی بھی کاروائی کی اجازت دی جاسکتی ہے جس سے مقصود مسلم فوج

کا تحفظ اور دشمن کو نقصان پہنچانا ہو۔ اس صورت میں اس حملے کو "خود کش حملہ" نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ یہ خود کشی نہیں بلکہ راہ خدا میں جان قربان کرنے کا اعلیٰ ترین طریقہ ہے جو کسی مجاہد کو شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز کرتا ہے۔ لیکن ہر حال میں یہ کاروائی میدان جنگ اور حساس ترین صورتحال کے ساتھ مشروط ہے۔

موجودہ دور میں مفاد پرست عناصر اسلام کا چہرہ مسخ کرنے کے لیے جہاد کا نعرہ لگا کر خود کش حملوں کو "شہیدی عمل" کا نام دے کر پروانوں کی طرح لوگوں کا اکھٹا کرتے ہیں، اور ان کو عوام الناس پر حملوں کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان کی یہ کاروائیاں کسی صورت بھی جہاد کے زمرے میں شمار نہیں ہو سکتیں کیونکہ جہاد کے لیے شریعت کی مقرر کردہ شرائط ہیں کہ سب کا ایک امیر ہو، دشمن کے مد مقابل قوت و طاقت کا ذخیرہ بھی ہو اور مقصد اعلائے کلمتہ اللہ ہو۔ لہٰذا جہاد وہی ہو گا جو حکومتِ وقت کی سربراہی میں دستوری اور آئینی طریقہ سے کیا جائے گا۔ امام ابو یوسفؒ نے اس اصول کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ لاتسری سریہ بغیر اذن الامام۔ (۴۳) یعنی حکومت وقت یا سربراہِ ریاست کی اجازت کے بغیر کوئی فوجی دستہ نہیں بھیجا جائے گا۔ لہٰذا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ سربراہ ریاست کی اجازت کے بغیر اگر کوئی شخص ملٹری ایکشن لے گا تو اسے "فتنہ" قرار دیا جائے گا۔ اور اس کے خلاف کاروائی کی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے بار بار اس کی وضاحت اور صراحت کردی کہ حکومت اچھی ہو یا بری، حکمران عادل ہو یا ظالم، حکمران خود اسلام پر عمل کرتا ہو یا نہ کرتا ہو، جہاد اسی کی نگرانی میں کیا جائے گا۔ اس سے ہٹ کر جہاد نہ ہو گا۔ (۴۴)

اسلام میں جہاد کو حکومت کا فریضہ قرار دینے میں بڑی اہم حکمت ہے کیونکہ اگر ہر فرد اپنے ہاتھ میں یہ اختیار لے لے گا تو ہر طرف انتشار و افتراق پھیلے گا اور ریاست کی کوئی اجتماعی پالیسی نہیں وضع ہو سکے گی۔

لہٰذا موجودہ دور میں انفرادی طور پر یہ کاروائیاں کرنے والے لوگ دراصل اسلام کے دشمن اور اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والے ہیں۔ وہ شہید تو دور کی بات انسانیت کے درجے سے بھی گرے ہوئے ہیں۔ کیونکہ شہید کو معاشرے میں ایک اعلیٰ ترین مقام دیا جاتا ہے، اور لوگ اس کے مرتبے تک پہنچنے کی حسرت رکھتے ہیں۔ جب کہ خود کش بمبار کو معاشرے کا ہر طبقہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس کے علاوہ دونوں کے طریقہ کار میں بھی ایک واضح فرق ہے۔ شہید اپنے مقصد کی بلندی کو سمجھتے ہوئے علی الاعلان جہاد کرتا ہے۔ لوگ اس کی کامیابی کے لیے دعا گو ہوتے ہیں۔ جبکہ خود کش بمبار ہمیشہ چھپ چھپا کر اس گھناؤنے فعل کا ارتکاب کرتا ہے۔ نیز شہید میدان جنگ میں اسلام کی تمام اخلاقیات کو مد نظر رکھتا ہے، وہ اجتماعی مفادات کی چیزوں کو تباہ نہیں کرتا غیر ضروری طور پر جانوروں، باغات، کھیتوں، درختوں ،کارخانوں، فیکٹریوں کو تباہ نہیں کرتا۔ نیز وہ دوران جنگ مساجد و معابد کا احترام کرتا ہے، عورتوں، بچوں معذوروں کو قتل نہیں کرتا۔ جب کہ خود کش بمبار کی تمام کاروائیاں اس کے برعکس ہوتی ہیں۔ اور وہ عمومی طور پر معصوم لوگوں کو نشانہ بناتا ہے۔ مساجد پر حملے کیے جاتے ہیں، مذہبی شخصیات کو نشانہ بنایا جاتا ہے اور اجتماعی مفادات کی چیزوں کو تباہ و برباد کیا جاتا ہے۔

لہٰذا نظریہ اور عمل دونوں کے اعتبار سے خود کش بمبار اور شہید میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ شہید خدا کے دین کی سربلندی اور قوم کی اجتماعی پالیسی کے نفاذ کے لیے جان قربان کرتا ہے جبکہ خود کش بمبار ذاتی مفاد اور کسی خاص طبقے کی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے ہلاک ہوتا ہے۔

نیز نتیجے کے اعتبار سے بھی دونوں میں واضح فرق ہے۔ شہید عنداللہ اعلیٰ مقام پر فائز ہوتا ہے اور اپنی قربانی دیتے وقت اسے اپنے درجات کی بلندی کا علم ہوتا ہے۔ جبکہ خود کش بمبار عند اللہ سزا کا مستحق اور ہمیشہ کا جہنمی قرار پاتا ہے۔

خود کش حملوں کا سدِ باب:

خود کش حملوں کے اسباب و نتائج پر نگاہ دوڑائی جائے تو یہ حقیقت کھل کے سامنے آتی ہے کہ ان کے محرکات میں عموماً سیاسی و سماجی استحصال اور ظلم و تشدد شامل ہے۔ جس کے رد عمل میں انسان خود کو بے بس پاتے ہوئے اس طرح کی حتمی کاروائیوں پر مجبور ہوتا ہے۔ لیکن اسلام کی نظر میں یہ رویہ انتہائی ناپسندیدہ اور ناقابل قبول ہے کیونکہ اسلام انسان کو جو طرز زندگی سکھاتا ہے اس میں ہر طرح کی اونچ نیچ، ناہمواریوں اور مشکلات کو نہایت عزم و حوصلے سے برداشت کرنے اور حکمت عملی سے ان کا ازالہ کرنے کی راہنمائی دی گئی ہے۔ لہٰذا انسان کی نجات کا راز اسی میں مضمر ہے کہ وہ اسلام کی حقیقی تعلیمات کو سمجھے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ ذیل میں خود کش حملوں کے سدِ باب کے لیے چند تجاویز پیش کی جارہی ہیں جن پر عمل کرنے سے اس گھناؤنے فعل سے چھٹکارا پایا جاسکتا ہے۔

۱۔ خود کش حملوں کا ایک اہم سبب عالمی طاقتوں کا استحصال ہے۔ اور اس حقیقت کا اعتراف خود یورپی مصنفین بھی کرتے ہیں۔ جس کی واضح مثال شکاگو یونیورسٹی کے پروفیسر رابرٹ۔ اے۔ پیپ (Robert. A.pape) کا وہ تجزیہ ہے جس میں انہوں نے واضح طور پر کہا کہ جن ممالک پر دہشت گردی کا الزام عائد کیا جارہا ہے ان کا ایسا رویہ دراصل ان غیر ملکی فوجوں (NATO) کے ان کے علاقوں پر ناجائز تسلط کا رد عمل ہے اور جب تک یہ فوجیں ان علاقوں سے نہیں نکلیں گی یہ صورتحال جاری رہے گی۔[۴۵] دوسرے لفظوں میں استحصالی قوتیں جب تک اپنے رویے میں تبدیلی نہیں لائیں گی مظلوم لوگ رد عمل میں ایسی کاروائیاں کرتے رہیں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ استحصالی قوتیں جو کہ معاصر عالمی طاقتیں ہیں ان کو قانون پر کاربند کون کرے؟ وہ اپنی طاقت کے نشے میں خود کو ہر طرح کے قانون سے بالاتر سمجھتی ہیں۔ اور مظلوموں کے پاس ایسا کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ظالموں کو ان کے ظلم سے باز رکھ سکیں۔ لہٰذا اس قسم کی کاروائیوں سے وہ اپنی حتی المقدور نفرت کا اظہار کرتے ہیں جس کے نتیجے میں ان پر دہشت گردی کا الزام لگا کر ان کو سخت سے سخت قانون کی زد میں لایا جاتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی ایسی حکمت عملی اپنائی جائے جس سے ظالم کو ظلم سے باز رکھا جاسکے۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی ذمہ داری حکومتوں اور مسلم امہ کی قیادت پر عائد ہوتی ہے۔ کہ وہ آپس میں اتفاق و اتحاد پیدا کر کے اور ذاتی مفادات پر اجتمائی مفادات کو ترجیح دیتے ہوئے ایک ایسا فورم تشکیل دیں جس کے ذریعے کہی ہوئی بات عالمی طاقتوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردے۔ کیونکہ مسلم ممالک اگرچہ ٹیکنالوجی کے میدان میں عالمی طاقتوں سے کسی حد تک پیچھے ہیں لیکن وسائل کے حوالے سے مالا مال ہیں۔ انہیں اپنے اس ہتھیار کے مناسب استعمال کے طریقے کو سمجھنا چاہیے۔ اس کا عملی مظاہرہ اکتوبر ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ میں اس وقت دیکھنے میں آیا جب ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو سعودی عرب نے عربوں کے ساتھ یکجہتی کا مظاہرہ کرکے اور ان کے خلاف جارحانہ کاروائیاں کو رکوانے کے لیے امریکہ کو تیل کی بہم رسانی بند کردی۔ سعودی عرب کی تقلید کرتے ہوئے ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو کویت، بحرین اور لیبیا نے بھی یہی اقدام کیا۔ امریکہ اور یورپی ممالک کو تیل کی فراہمی بند ہوجانے کی وجہ سے نہ صرف صنعتی بحران پیدا ہوگیا بلکہ ایندھن کے معاملے میں بھی انہیں خاصی دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔

ہالینڈ میں تیل کو بطور ایندھن استعمال کیا جاتا تھا۔ تیل کی عدم فراہمی کی وجہ سے بحرانی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اسی طرح امریکہ میں دن کے اوقات میں روشنی کا استعمال بند کر دیا گیا۔ یورپی ممالک خصوصاً برطانیہ' فرانس اور مغربی جرمنی نے عرب ممالک سے نجی معاہدے طے کرنے کے لیے اپنی مساعی کو تیز کر دیا۔ تیل کے ہتھیار سے ان ممالک پر اچھا خاصا اثر پڑا جس کے نتیجے میں فرانس' سعودی عرب کو میراج جیٹ طیارے دینے پر مجبور ہو گیا' برطانیہ نے تیل کے بدلے تجارتی معاہدے کیے۔ طیارہ ران کمپنیوں کو تیل کی عدم فراہمی کی بناء پر اپنے ہزاروں ملازمین کو ملازمت سے برطرف کرنا پڑا۔ [۴۶]

بظاہر عرب ممالک کا یہ حربہ بڑا کارگر ثابت ہوا۔ اگرچہ بعد میں مسلمان ممالک کو ان کے انتقام کا بھی نشانہ بننا پڑا لیکن ہمارا مقصد اس حقیقت کا ادراک کروانا ہے کہ اگر مسلم ممالک کی قیادت مخلص ہو کر اپنا کوئی مطالبہ منوانا چاہے تو وہ بآسانی اس ہدف میں کامیاب ہو سکتی ہے۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ پہلے ان سب کے درمیان آپس میں اتفاق و اتحاد ہو اور پھر یہ استحصالی قوتوں کے خلاف ایک محاذ قائم کر کے اپنے مطالبات منوائیں۔ جبکہ حقیقت اس کے برعکس نظر آتی ہے ایک ملک پر حملہ ہو رہا ہوتا ہے اور دوسرے ملک کے مفادات اسے اس حملے کی مذمت کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ لہٰذا مسلمان ممالک کو وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُوا [۴۷] اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور تفرقہ نہ ڈالو۔ اور وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَان [۴۸] نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ نیز ارشاد نبوی ﷺ کہ معاشرے کے افراد مہر و محبت کے لحاظ سے ایک بدن کی طرح ہیں۔ بدن کے کسی حصے میں جب کوئی درد پیدا ہوتا ہے تو سارے اعضاء اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں کے مصداق آپس میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنا چاہیے اور مسلم امہ کے اجتماعی مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے مشترکہ حکمت عملی اپنانی چاہیے۔ کیونکہ ان کی آپس کی نااتفاقی بیرونی طاقتوں اور عناصر کو اپنے مفادات کے لیے راہیں ہموار کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔

۲۔ خود کش حملوں کا ایک اور اہم سبب حکومتی پالیسیوں کا عوامی خواہشات کی عکاسی نہ کرنا ہے۔ یہ صورت حال خصوصاً پاکستان میں پائی جاتی ہے۔ لہٰذا جب تک حکومتیں عوام کے ساتھ مخلص نہیں ہوتیں اور عوامی خواہشات اور جذبات کا احترام نہیں کرتیں نیز قومی فیصلے کرتے وقت حقائق کو مد نظر نہیں رکھتیں یہ صورتحال قائم رہے گی۔ حکومتوں کا دوہرا معیار بھی عوام میں نفرت کا باعث بنتا ہے۔ حکومت کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے ملک میں نافذ ہونے والی پالیسیاں درآمد نہ کریں بلکہ عوامی مزاج اور تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے خود پالیسیاں تشکیل دیں۔ اگر حکومتیں یہ حکمت عملی اپنائیں تو انہیں اپنے عوام کا مکمل تعاون حاصل ہو گا۔ اور عوام کسی بھی قسم کی پر تشدد کاروائی کی طرف مائل نہیں ہوں گے۔

۳۔ معاشروں میں طبقاتیت کا خاتمہ ہونا چاہیے اور سب کے لیے ترقی کے یکساں مواقع ہونے چاہئیں۔ کیونکہ جو معاشرے طبقاتیت کا شکار ہوتے ہیں وہاں اعلیٰ طبقوں کے خلاف نفرت کا پیدا ہونا ایک فطری عمل ہے۔ محروم طبقات کی محرومی جب ناقابل برداشت ہو جاتی ہے تو وہ پر تشدد کاروائیوں پر اتر آتے ہیں۔ کیونکہ یہ انسان کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ

عجلت پسند ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے : خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ (۴۹) انسان بڑا جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کی دو مزید صفات بیان فرمائیں ہیں۔ إِنَّهُ كَانَ ظَلُوماً جَهُولاً (۵۰) یقیناً یہ (انسان) بڑا ہی ظالم اور جاہل ہے۔
ظلوماً: یعنی اپنے آپ پر کنٹرول نہ رکھنے والا۔ جھولاً: یعنی حقیقت حال سے ناواقف۔

انسان کی ان تینوں صفات کو اکٹھا کیا جائے تو یہ صورت حال بنے گی کہ صورت واقعہ سے ناواقفیت کے باوجود انسان کسی بھی کام کے کرنے میں جلد بازی کا مظاہرہ کرتا ہے اور جب کام کرتا ہے تو پھر اس میں بسااوقات اپنے آپ پر کنٹرول نہیں رکھ پاتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی جرات اور جذبے کی قدر کی ہے اور اس کی اس صفت جرات کے باوجود اس کو مشقت میں مبتلا نہیں کیا' بلکہ جہاں دیکھا کہ صورت حال انسانی اختیار سے باہر ہونے کو ہے وہاں اس کے لیے نرمی اور آسانی کا سامان کردیا' فرمان الہی ہے۔ لا يُكَلِّفُ اللّهُ نَفْساً إِلاَّ وُسْعَهَا (۵۱) اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت کے مطابق ہی مکلّف ٹھہراتے ہیں۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جرات اور عجلت پسندی انسان کی دو بنیادی اور فطری خصوصیات ہیں انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی ان صفات کو مثبت طور پر استعمال کرے۔ کیونکہ دنیا میں انسان کو کوئی طرح کے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان حالات کا معتدل طریقے سے سامنا کرنے کا طریقہ بھی ہمیں اسلام سکھاتا ہے۔ اس دنیا میں عام انسانوں کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر انبیاء کرام علیہ السلام کو انتہائی سخت حالات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا' حتیٰ کہ انہیں اپنی جان کی قربانی بھی پیش کرنی پڑی۔ کسی کو آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا گیا تو کسی کو قتل ہونا پڑا۔ انبیاء کے ساتھ دیگر اہل ایمان بھی ان آزمائشوں کا سامنا کرتے رہے۔ مثال کے طور پر حضرت خبیبؓ کو قید کر کے مکہ میں لا کر فروخت کر دیا گیا۔ تو ان کے خریدار وہ لوگ بنے جن کے عزیز و اقارب مسلمانوں کے ہاتھوں بدر و احد میں قتل ہوئے تھے۔ اپنے ان اعزہ کا بدلہ لینے کے لیے انہوں نے حضرت خبیبؓ کو خریدا اور اذیت ناک طریقے سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے شہید کر دیا۔ وہ ظالم ہر ظلم پر پوچھتے بتاؤ اگر تمہاری جگہ محمد ﷺ کو لایا جائے تو کیا خیال ہے؟ حضرت خبیبؓ ایک ہی جواب دیتے کہ میری جان جاتی ہے تو چلی جائے' میں اس کے عوض محمد ﷺ کو کانٹا چبھنا بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اس سختی کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی جن راحتوں کے حق دار ہوئے اس فانی دنیا میں رہتے ہوئے اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ انبیاء کرام اور اولیاء کرامؒ کا اللہ کے راستے میں پہنچائی گئی تکالیف پر صبر کرنا انسان کی اسی صفت جرات کا مثبت استعمال ہے۔ (۵۲)

اہل ایمان کا ہمیشہ سے امتحان ہوتا رہا ہے۔ انہوں نے تکالیف و مصائب میں اللہ سے نصرت بھی طلب کی لیکن کبھی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کے اس اصول سے کہ جب سختی حد سے بڑھ جاتی ہے تو پھر آسانی ہی پیدا ہوتی ہے بہرہ مند ہوئے۔ جہاں کہیں جلد بازی کا مظاہرہ ہوا وہیں اس کا نقصان بھی ظاہر ہو گیا۔ جیسا کہ حضرت طفیل بن عمر والدوسیؓ کے ساتھ آکر مسلمان ہونے والے ایک صحابیؓ کے بارے میں روایات میں ملتا ہے کہ جب ان کو کسی مرض کی وجہ سے ناقابل برداشت تکلیف ہوئی تو انہوں نے اپنا ہاتھ کاٹ لیا جس کے نتیجے میں وہ فوت ہو گئے۔ بعد میں حضرت طفیل بن عمر والدوسیؓ کی خواب میں ان سے ملاقات ہوئی جس میں انہوں نے اپنا ہاتھ چھپا رکھا تھا۔ پوچھا بتاؤ کس حال میں ہو؟ جواب دیا اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ

کے سوا مجھے معاف کر دیا ہے۔ جب یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا تو آپ ﷺ نے دعا کی: اللّٰھمّ ولیدیہ فاغفر [۵۳] "اے اللہ اس کے ہاتھ کو بھی معاف فرما دے۔"

لیکن آج دنیا کی دوڑ دنیا داری تک محدود ہے' انسان اپنے اصل مقصد کو فراموش کر بیٹھا ہے۔ یہ دنیا جس کی مثال ایک راستے اور مسافر خانے سے دی گئی ہے' جو نشان منزل تھی' آج منزل بن چکی ہے۔ ان حالات میں دین داری اپنا مفہوم کھو رہی ہے۔ اور ثانوی سے بھی اگلی حیثیت اختیار کر رہی ہے۔ اخلاقی اقدار مٹ رہی ہیں۔ تہذیب و ثقافت حالات کے ساتھ تبدیل ہو رہے ہیں۔ سرمایہ دارانہ سوچ کے پیش نظر دنیا طبقاتی تقسیم کا شکار ہے۔ خرابیوں اور ناہمواریوں کا ایک طوفان ہے جو تھمنے کا نام نہیں لیتا۔ انہی کیفیتوں کا نام ظلم ہے اور اسی کے نتیجے میں محرومیاں پیدا ہوتی ہیں۔ لہٰذا ان محرومیوں کے شکار انسان کو جب کہیں سے اپنے دکھوں کا مداوا ہوتا نظر نہیں آتا تو وہ مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے۔ پھر تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق وہ ہر ایسا قدم اٹھانے کے لیے تیار ہو جاتا ہے جو اس کے لیے ممکن ہو سکے۔ پھر وہ لوگوں کی خوشیاں بھی نہیں دیکھ سکتا بلکہ اوروں کی خوشیاں اس کے غموں میں اضافے کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ یہ کیفیت اس کی مایوسی کو انتقام میں بدل دیتی ہے۔ وہ ہر ایسے انسان سے انتقام لینا چاہتا ہے جو اس کے غموں کا سبب یا خوشیوں کی راہ میں رکاوٹ بنا ہے۔ ایسے میں حلال و حرام اور فائدہ و نقصان کی تمیز اس کی آنکھوں سے اٹھ جاتی ہے اور پھر وہ ایسی کاروائیوں میں ملوث ہو جاتا ہے جسے خود کش حملہ کہا جاتا ہے۔ [۵۴]

حالانکہ بنظر عمیق دیکھا جائے تو مسلمان کے لیے اسلام سے بڑھ کر کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ مسلمان کے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی یہی ہے کہ وہ پکا مسلمان بن جائے ہمیں اسلام سے گہری وابستگی کو انتہا پسندی کہنے اور فحاشی و عریانی میں لپٹے کفر و الحاد کو روشن خیالی کہنے کی روش کو ترک کرنا ہوگا۔ اسلام انسانوں میں نہ محرومیاں پیدا کرتا ہے اور نہ پیدا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ بلکہ یہ تو محرومیوں کے شکار لوگوں کی محرومیوں کا ازالہ کرتا ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

انظروا الی من اسفل منکم ولا تنظروا الی من ھو فوقکم فھو اجدر ان لا تذدروا نعمۃ اللہ۔ [۵۵]

"دنیاوی معیار اور مرتبے میں اپنے سے نیچے والے کی طرف دیکھو اور اپنے سے اوپر والے کی طرف نہ دیکھو۔ اس طرح تم (اپنے اوپر ہونے والی) اللہ کی نعمتوں کو معمولی نہیں سمجھو گے۔"

یہ انسان جس کی اللہ تعالی نے یہ صفت بیان کی تھی کہ حقیقت حال سے ناواقف اور اپنے اوپر کنٹرول رکھنے والا نہیں ہے۔ اس حدیث طیبہ کے ذریعے اسے اللہ کی تقسیم دولت کے بارے میں حکمت کی خبر دیتے ہوئے اپنے اوپر کنٹرول کا درس دیا جا رہا ہے۔ صحیح اسلامی سوچ اور فکر پیدا ہو جائے تو احساس محرومی پیدا ہی نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی جائے تو اس کا بھی علاج موجود ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: کہ جب تم شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی بڑھا لو اور اس میں سے کچھ حصہ اپنے ہمسائے کی طرف بھیجو۔ [۵۶] ہمسائے کے گھر لینے دینے سے اور پھر تحائف دینے کے عمومی حکم کے بعد محبتوں کا پیدا ہونا لازمی امر ہے۔ پھر فرمایا' کہ چھلکے والا پھل کھانے کے بعد اس کے چھلکے اس طرح باہر نہ پھینکو کہ ہمسائے کی اس پر نظر پڑے۔ [۵۷]

گویااس نعمت سے محرومی کااسے احساس ہی نہ ہونے دو۔اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ فرمایا: کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مکمل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے مسلمان بھائی (یا ایک حدیث کے مطابق اپنے پڑوسی) کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے کرتا ہے۔[۵۸]

علماء میں یہ بات معروف ہے کہ ہمسائیگی کا دائرہ چالیس گھروں تک پھیلتا ہے۔ایک گھر سے اگر اس دائرہ کو پھیلایا جائے تو زنجیر کی طرح بستی کا آخری گھر بھی اسی سلسلے سے منسلک ہو جائے گا کی اور پھر المسلم اخو المسلم[۵۹] کا حکم پوری امت کو ایک لڑی میں پرو دے گا۔

رزق کی کمی بیشی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکمت بھرا اصول اسلامی معاشرے میں رخنہ نہیں ڈالتا بلکہ اسے ایک دوسرے سے زیادہ سے زیادہ مربوط کرتا ہے۔دورِ غلامی کے غلاموں کے بارے میں اور آج کے ملازمین کے بارے میں ہماری شریعت میں یہ واضح راہنمائی موجود ہے کہ جو خود کھاؤ انہیں بھی کھلاؤ، جو خود پہنو انہیں بھی پہناؤ۔ معاشی میدان کو زکوۃ تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان فی المال لحقاً سوی الزکوٰۃ۔[۶۰]

"بیشک تمہارے مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی ان کا حق ہے۔"

اگر الٰہی فیصلے کے مطابق کسی کو یتیمی کا سامنا کرنا پڑ جائے تو اسے زمانے کی ٹھوکریں کھانے کے لیے کھلا نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ اس کی پرورش کرنے والے گھر کو معاشرے کا بہترین خاندان ہونے کا ایوارڈ دیا گیا ہے۔

انسان حقیقت حال سے ناواقف ہوتا ہے۔ اپنے آپ پر کنٹرول نہیں رکھتا، لیکن اس کے باوجود حق کو قبول کرنے اور اس پر ڈٹے رہنے کے لیے انسان جب اپنی صفت جرات کا مظاہرہ کرتا ہے تو اسلام اسے پسند کرتا ہے، یہ جرات اسلام سکھلاتا ہے تاکہ محرومیاں ختم ہوں اور دنیا امن کا گہوارہ بن جائے۔اسلام سے گہری وابستگی کو انتہا پسندی یا دہشت گردی نہیں، امن وفلاح پسندی سمجھنا چاہیے جس میں دین اور دنیا کی کامیابی ہے۔

۴۔ خودکش حملوں کی حمایت کرنے والی تنظیموں اور جماعتوں کو اپنے اس فعل کے گھناؤنے پن کا ادراک ہونا چاہیے جو جہاد کے نام پر نہ صرف معصوم لوگوں کا خون بہا رہی ہیں بلکہ پوری دنیا میں اسلام کے خلاف نفرت کی فضا پیدا کر رہی ہیں۔ انہیں اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے کہ دور حاضر میں عالم اسلام کے جتنے بھی ممالک ہیں، دوسروں کے مقابلے میں قوت و شوکت میں کمزور اور ضعیف ہیں۔لہٰذا خود ان ممالک کے اندر دہشت گردی کی کاروائیوں سے مزید سیاسی انتشار وافتراق پیدا ہوگا جس سے عالم اسلام کی انفرادی اور اجتماعی قوت مستحکم ہونے کی بجائے مزید کمزور پڑ جائے گی۔ اسلام میں جہاد کا مقصد کلمتہ اللہ اور دین اسلام کی سربلندی ہے اور دنیا کو تخریب کاری اور فساد سے نجات دلانا ہے۔ جبکہ ایسی کاروائیوں کی صورت میں ملکی اور بین الاقوامی سطح پر خلل اور فساد واقع ہوتا ہے اور بین الاقوامی طاقتوں کی طرف سے ان کاروائیوں کے خلاف ردِعمل ظاہر ہوتا ہے جس سے مسلمان مزید مصائب اور مشکلات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جبکہ اسلامی قانون اس بات پر زور دیتا ہے کہ جہاد و قتال کا مقصد فتنہ کی سرکوبی ہے نہ کہ فتنہ و فساد میں مزید اضافے کا سبب بن جانا ہے۔

جو حضرات ان پالیسیوں اور سر گرمیوں کو مطلقاً اچھا سمجھتے ہیں اور اس میں شریک ہیں انہیں ماضی کے حالات پر بھی گہری نظر رکھنی چاہیے کہ ان پالیسیوں کی وجہ سے ہی چھوٹی چھوٹی مختار اور نیم خود مختار حکومتیں قائم ہوئیں اور پھر خانہ جنگیوں اور باہم اختلافات کی وجہ سے باہم دست و گریباں ہونے کی نوبت آئی اور مسلم دشمن عناصر اپنی قوت کے بل بوتے پر ان ریاستوں پر قبضہ جمانے میں کامیاب ہوگئے۔ یہ وہ صورت حال تھی جو زمانہ قدیم کے مسلمانوں کی ہلاکت کا سبب بنی۔ چنانچہ اموی اور عباسی دورِ حکومت میں چھوٹی چھوٹی خود مختار اور نیم خود مختار حکومتیں قائم ہوئیں۔ آخر کار یہود و نصاریٰ نے ان اختلافات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان تمام ریاستوں پر قبضہ جمالیا جو آج تک آزاد اور خود مختار نہ بن سکیں۔

آج صورتحال یہ ہے کہ بین الاقوامی سطح پر نہ تو مسلمانوں کا کوئی سیاسی وزن ہے اور نہ سماجی مقام ہے، نہ تعلیم میں ان کی کوئی حیثیت ہے اور نہ معیشت میں۔ مسلمانوں کو دہشت گرد، انتہا پسند اور بنیاد پرست مشہور کر کے اس مقام پر پہنچا دیا گیا ہے کہ وہ ایک قابل نفرت قوم بن گئے ہیں اور لوگ ان سے خوف کھاتے ہیں۔ آج بین الاقوامی معروضی حالات کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کو چاہیے کہ ایک ایسی راہ اور منصوبہ بنائیں جو دیر سے سہی، لیکن انہیں منزل مقصود تک پہنچائے۔ جس سے ان کے مسائل بھی حل ہوں، ملی تشخص بھی باقی رہے، اور وہ دنیا میں اسلام کی اشاعت و حفاظت کا ذریعہ بھی بنیں۔ [۶۱]

۵۔ موجودہ حساس صورت حال میں دینی حلقوں اور مذہبی شخصیات کو بڑا ذمہ دارانہ اور معتدل رویہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مسلمان کو راہ حق سے ہٹانے اور گمراہ کرنے کے لیے شیطان عموماً دو قسم کے گر آزماتا ہے۔

i۔ اگر تو مسلمان اہل معاصی میں سے ہو تو شیطان اس کے لیے خواہشات اور معاصی کو کچھ اس طرح مزین کر کے پیش کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری سے دور ہی رہے اور اس کا نیک کام کرنے کو دل ہی نہ چاہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

حفت الجنة بالمكاره، وحفت النار بالشهوات [۶۲]

"جنت کو ناپسندیدہ افعال (جن کے کرنے کو دل نہ چاہے) جبکہ جہنم کو (نفس کی) مرغوب چیزوں کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا ہے۔"

ii۔ اور اگر مسلمان نیکوکار اور عابد ہو تو شیطان اس کے لیے دین میں غلو اور تشدد پسندی کو اس طرح مزین کر کے پیش کرتا ہے کہ اس کی نیکی برباد ہو جاتی ہے اور اسے اپنے تقویٰ اور پرہیزگاری کا ذرہ برابر بھی فائدہ نہیں ہوتا، یہ غلو بھی ناپسندیدہ ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لاَ تَغْلُواْ فِيْ دِيْنِكُمْ وَلاَ تَقُولُواْ عَلَى اللّهِ إِلاَّ الْحَقِّ [۶۳]

"اے اہل کتاب: اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گزر جاؤ اور اللہ تعالیٰ پر بجز حق کے کچھ نہ کہو۔"

اسی طرح فرمان نبوی ﷺ ہے:

اياكم والغلو في الدين، فانما هلك من كان قبلكم بالغلو في الدين۔ [۶۴]

''دین میں انتہا پسندی سے بچو، تم سے پہلے (اہل کتاب وغیرہ) دین میں انتہا پسندی اختیار کرنے کے سبب ہی تباہ و برباد ہو گئے۔''

ان انتہا پسندوں کے لیے شیطان اپنی خواہشات کی پیروی اور دین کے غلط فہم کو بہت اچھے اعمال بنا کر پیش کرتا ہے۔ اور ان کے دل میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ علمائے حق کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں تاکہ یہ علمائے ربانی انہیں صحیح راہ نہ دکھلا دیں اور یہ لوگ اپنی گمراہی اور کج فہمی پر قائم رہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے :

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللهِ (٦٥)

''اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔''

ارشاد نبوی ﷺ ہے :

إذا رأيتم الذين يتّبعون ما تشابه منه فاولئك سمّى الله فاحذروهم (٦٦)

''جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کے پیچھے لگ جاتے ہیں تو ان سے کنارہ کش رہو۔''

کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے (اس آیت) میں ذکر فرمایا ہے۔ نیز فرمان نبوی ﷺ ہے :

من يرد الله به خيراً يفقهه في الدين (٦٧)

''اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو دین کی سمجھ عطا کر دیتے ہیں۔''

اس حدیث مبارکہ کا واضح مفہوم ایک طرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی شخص کے ساتھ بھلائی کے ارادے کی علامت یہ ہے کہ وہ اس کو دین کی سمجھ عطا کر دیتے ہیں تو دوسری طرف اس کا مفہوم یہ بھی ہے کہ اگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ نہ فرمائیں تو اسے دین کی سمجھ حاصل نہیں ہوتی اور وہ غلط چیز کو صحیح سمجھتا رہتا ہے اور اسی پر عمل پیرا رہتا ہے۔

دین میں یہی سوءِ فہم خوارج (٦٨) میں بھی پیدا ہوا اور انہوں نے سیدنا علیؓ کے خلاف بغاوت کر دی اور ان سے جنگ بھی کی۔ حالانکہ وہ نصوص شرعیہ کو صحیح طور پر نہ سمجھ سکے۔ جیسے صحابہ کرامؓ نے سمجھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب سیدنا علیؓ نے سیدنا ابن عباسؓ کو ان کے ساتھ بات چیت کے لیے بھیجا اور انہوں نے ان کے سامنے ان نصوص شرعیہ کا صحیح مفہوم بیان کیا تو ان میں سے ایک خاطر خواہ تعداد راہِ حق کی طرف پلٹ آئی، اور جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگائی ہوئی تھی وہ اپنی گمراہی پر باقی رہے۔ (٦٩)

کچھ ایسا ہی رویہ ہمارے بعض حلقوں کا اسلام کے تصور جہاد اور شہادت کے متعلق ہے۔ وہ جہاد کی تمام شرائط کو پس پشت ڈال کر اس کاروائی کو شہیدی عمل کا نام دے کر نہایت مزین بنا کر پیش کرتے ہیں اور جوشیلے نوجوانوں کو جنت کا لالچ دے کر اس گمراہی کی راہ پر چلاتے ہیں جسے پوری امت نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کے فلسفہ جہاد کو سمجھا جائے اور شہادت کو اتنا آسان مرحلہ بنا کر پیش نہ کیا جائے، نیز شہید کے ساتھ ساتھ غازی کے مقام و مرتبے کو بھی مزین بنا کر پیش کیا جائے۔

۶۔ اس کے علاوہ اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے تاکہ مذہب کے نام پر لوگ گمراہ کن ہتھکنڈوں کی زد میں نہ آئیں۔ نیز معاشرے سے غربت و افلاس کے خاتمے کی بھی سر گرم اور مخلصانہ کوششیں کی جانی چاہیں۔ ملک میں قانون کی حکمرانی ہو اور معاشرے کے تمام طبقات کے لیے یکساں قانون کا نفاذ ہونا چاہیے۔ حکومتیں عوامی مزاج اور خواہشات کو رد کرتے ہوئے کسی قسم کا قدم نہ اٹھائیں بلکہ قومی مسائل کو عوامی تعاون اور افہام و تفہیم سے حل کرنے کی کوشش کریں۔ مندرجہ بالا تجاویز پر عمل پیرا ہونے سے امید کی جاسکتی ہے کہ خود کش حملوں کا سد باب ہو سکے۔

حوالہ جات:

۱۔ المائدۃ: ۳۰

۲۔ المائدۃ: ۳۲

۳۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، باب، خلق آدم وذریتہ، حدیث نمبر ۳۳۳۵

۴۔ الکہف: ۴۷

۵۔ البقرۃ: ۴۸

۶۔ النساء: ۹۳

۷۔ الفرقان: ۶۸۔ ۶۹

۸۔ نوح: ۳۳

۹۔ الانعام: ۱۵۱

۱۰۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الدیات، باب، قول اللہ تعالیٰ، ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزآء جہنم (النساء: ۹۳)، حدیث نمبر ۶۸۶۴

۱۱۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب، الخطبہ ایام منی، حدیث نمبر ۱۷۴۱، ص ۳۴۵

۱۲۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الدیات، باب، قول اللہ تعالیٰ، ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم (النساء: ۹۳) حدیث نمبر ۶۸۶۲

۱۳۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الدیات، باب، ومن احیاھا (المائدہ: ۳۲)، حدیث نمبر ۶۸۷۴

۱۴۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب، خوف المومن من ان یحبط عملہ وھو لایشعر، حدیث نمبر ۴۸

۱۵۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الدیات، باب، اذا صاب قدم من رجل، ھل یعاقب او یقتص منھم کلھم، حدیث نمبر ۶۸۹۶

۱۶۔ امام مسلم، الصحیح، کتاب الامارۃ، باب، وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عند ظہور الفتن، حدیث نمبر ۴۷۸۶

۱۷۔ امام ترمذی، جامع ترمذی، کتاب الدیات، باب، ماجاء فی تشدید قتل المومن، حدیث نمبر ۱۳۹۵

۱۸۔ امام محمد ناصر الدین البانی، صحیح الترغیب والترہیب، دار الفکر، بیروت، ج ۳، ص ۲۹۴

۱۹۔ امام ابو داؤد، سنن ابو داؤد، کتاب الفتن والملاحم، باب فی تعظیم قتل المومن، حدیث نمبر ۴۲۷۱

۲۰۔ النساء: ۹۲

۲۱۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجزیہ الموادعہ، باب، اثم من قتل معاھدا بغیر جرم، حدیث نمبر ۳۱۶۶

۲۲۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجزیہ الموادعہ، باب، اثم من قتل معاھدا بغیر جرم، حدیث نمبر ۴۷۵۱

۲۳۔ منذری، الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف، دار الفکر بیروت ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء، ج ۳، ص ۲۹۹

۲۴۔ ایضاً

۲۵۔ النساء : ۹۲

۲۶۔ النساء : ۲۹ ۔۳۰

۲۷۔ احمد رضا خان بریلویؒ، امام، کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن مع خزائن العرفان فی تفسیر القرآن (مفسر سید محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ) پاک کمپنی، ۱۷اردو بازار، لاہور، ج۱، ص۲۰۴

۲۸۔ البقرۃ: ۱۵۶

۲۹۔ السیوطی، عبدالرحمٰن بن الکمال جلال الدین، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۳ء، ج۱، ص۱۶۷

۳۰۔ الصاویؒ، احمد بن محمد، تفسیر الصاوی، دارالفکر بیروت ۱۳۹۵ھ / ۱۹۸۵ء، ج۱، ص۱۴۵

۳۱۔ البقرۃ: ۱۹۵

۳۲۔ مرادآبادیؒ، سید محمد نعیم الدین، خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۶ھ /۱۹۹۵ء، ج۱، ص۱۳۲

۳۳۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر الجامع بین فن الروایہ والدرایہ من علم التفسیر، مصطفیٰ البابی الحلبی بمصر، رمضان ۱۳۵۰ھ /۱۹۳۱ء، ج۱، ص۱۵۵

۳۴۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب، ماینھی من السّباب واللّعن، حدیث نمبر ۶۰۴۷

۳۵۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب اللباس، باب، شرب السّمّ والدواء بہ، حدیث نمبر ۵۷۷۸

۳۶۔ الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب، ماجاء فی قتل النفس، حدیث نمبر ۱۳۶۵

۳۷۔ احمد ابن حنبل، امام، مسند احمد ابن حنبل، دارالفکر بیروت، ج۲، ص۴۳۵، حدیث نمبر ۹۶۱۸

۳۸۔ امام ابو داؤد، سنن ابو داؤد، کتاب الزھد، باب، ذکر القبر والبلی، حدیث نمبر ۴۳۰۳

۳۹۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب، ماجاء فی قتل النفس، حدیث نمبر ۱۳۶۴

۴۰۔ الہیثمی، نورالدین علی بن ابو بکر، حافظ، موارد الظمان الیٰ زوائد ابن حبان، کتاب الجنائز، باب، الصلاۃ علی من قتل نفسہ، حدیث نمبر ۷۶۳

۴۱۔ ایضاً حدیث نمبر ۴۲۰۴

۴۲۔ التوبہ: ۱۱۱

۴۳۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، امام، کتاب الخراج، مترجم، محمد نجات اللہ صدیقی، مکتبہ چراغ راہ، کراچی ۱۳۸۶ھ /۱۹۶۶ء ص۵۲۸

۴۴۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور نمبر ۲، مطبوعہ دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور ۱۹۹۷ء، ص ۲۶۹

۴۵۔ مسلم سجاد، خود کش دہشت گردی کی وجہ؟ بنیاد پرستی یا غیر ملکی تسلط، ماہنامہ ترجمان القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۴۲۶ھ /اکتوبر ۲۰۰۵ء، ص ۶۷۔۷۵

مسلم سجاد صاحب کا یہ مضمون "خود کش دہشت گردی کی وجہ؟ بنیاد پرستی یا غیر ملکی تسلط" دراصل خود کش دہشت گردی پر لکھی جانے والی مشہور تصنیف Dying to win کے مصنف پروفیسر رابرٹ ۔اے۔پیپ (Robert-A-Pape) سے لیے جانے والے ایک انٹرویو پر مبنی ہے جو ۱۸جولائی ۲۰۰۵ء کو The American Conservative میں شائع ہوا تھا۔ اصل کتاب کی عدم دستیابی کی وجہ سے اسی پر اکتفا کرنا پڑا۔

46. http://en.wikipedia.org/wiki/history-of-the-arab-isreali-conflict.

۴۷۔ آل عمران : ۱۰۳

۴۸۔ المائدۃ: ۶

۴۹۔ صفات: ۲۱

۵۰۔ الاحزاب: ۷۲

۵۱۔ البقرۃ: ۲۸۶

۵۲۔ مرزا عمران حیدر، خود کش دھماکوں کا اہم سبب: محرومیاں، ماہنامہ میثاق، مکتبہ خدام القرآن،لاہور، جمادی الاول۱۴۲۸ھ / جون ۲۰۰۷ء، ج ۵۶، ش ۶، ص ۶۳

۵۳۔ امام مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب، الدلیل قاتل نفسہ لایکفر، حدیث نمبر ۳۱۱

۵۴۔ مرزا عمران حیدر، خود کش دھماکوں کا اہم سبب، محرومیاں، ص ۶۶

۵۵۔ امام مسلم، الصحیح، کتاب الذھد والرقاق، باب، الدنیا سجن للمومن وجنت للکافر، حدیث نمبر ۷۴۳۰

۵۶۔ علاؤ الدین علی بن ہشام الدین، کنزالعمال فی سنن الا قوال والا فعال، مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن، الہند، ۱۳۸۷ھ /۱۹۶۷ء، حدیث نمبر ۴۸۸۹۱

۵۷۔ ایضاً، حدیث نمبر ۴۹۳۵

۵۸۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب، من الایمان ان یحب لاخیہ مایحب لنفسہ، حدیث نمبر ۱۳

۵۹۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المظالم والعضب، باب، لایظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ، حدیث نمبر ۲۴۴۲

۶۰۔ امام ترمذی، جامع الترمذی، کتاب الزکوۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب، ماجاء ان فی المال حقاسوی الزکاۃ، حدیث نمبر ۶۶۰

۶۱۔ حافظ محمد سلیمان، خود کش حملے: چند توجہ طلب پہلو، ص ۴۔۳ (http://www.Alsharia.org)

۶۲۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الرقاق، باب، حجبت النار بالشھوات، حدیث نمبر ۶۴۸۷

۶۳۔ النساء: ۱۷۱

۶۴۔ امام نسائی، سنن نسائی، کتاب مناسک الحج، باب، التقاط الحصی، حدیث نمبر ۳۰۵۹

۶۵۔ ص: ۲۶

۶۶۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب، منہ اٰیت محکمات، حدیث نمبر ۴۵۴۷

۶۷۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب، من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین، حدیث نمبر ۷۱

۶۸۔ خوارج، حضرت علیؓ کے دور خلافت میں رونما ہونے والا یہ فرقہ آیات قرآنیہ کے سوء فہم کی وجہ سے جماعت مسلمین سے الگ ہو گیا اور صحابہ کرامؓ کی تکفیر کرنے لگا۔ بعد میں حضرت علیؓ کے کہنے پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان کی غلط فہمی کو آیات قرآنیہ سے دور کرنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے تقریباً دوہزار افراد اپنی گمراہی سے پھر گئے لیکن کچھ پھر بھی اس پر قائم رہے۔

۶۹۔ عبدالمحسن العباد، شیخ، کتابچہ، بائی عقل ودین یکون التند میر وتفجیر جھاداً؟ مترجم، حافظ انس نضر مدنی، بم دھماکوں کو "جہاد" قرار دینا کہاں کا اسلام ہے؟ ماہنامہ محدث، اسلامک ریسرچ کونسل، لاہور، جمادی الاول ۱۴۲۵ھ / جولائی ۲۰۰۴ء، ج ۳۶، ش ۷، ص ۳۔۳۶